قرآن حکیم اور ہم

تحریر: حافظ محمد آصف احسان عبدالباقی

کتاب ہدایت یعنی قرآن حکیم اپنی جلالت قدر اور عظمت شان کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم ترین نعمت ہے جس کا وجود انسانیت کے لئے باعث راحت و رحمت ہے۔ اگرچہ تورات اور انجیل وغیرہ بھی الہامی کتب ہیں لیکن یہ امتدادِ زمانہ اور مرورِ ایام کے ساتھ کئی قسم کی لفظی و معنوی تحریفوں کا شکار ہو چکی ہیں' جبکہ قرآن حکیم کا اعجاز ہے کہ یہ ہر قسم کی کمی وبیشی سے یکسر محفوظ و مامون ہے' کیونکہ جس ذات پاک نے اسے نازل کیا ہے وہی اس کی حفاظت وصیانت کی بھی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝﴾ (الحجر:۹)

''بلاشبہ یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالذِّكۡرِ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيۡزٌ ۝ لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ۝﴾ (فُصّلت:۴۱'۴۲)

''یقیناً جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آئی' اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے' اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ دانا اور خوبیوں والے (خدا) کی اتاری ہوئی ہے''۔

قرآن پاک کی آیاتِ کریمہ ایک عظیم گنجینۂ حکمت کی امین ہیں۔ ان میں اسرار و رموز اور معارف و نکات کے اَن گنت خزانے پوشیدہ ہیں جو صدیوں سے متلاشیان حق کے قلوب واذہان کو اپنے تابش نور سے جلا بخش رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونے والے افراد کے لئے تو قرآن پاک سراسر شفاء ہے۔ سینوں میں پنہاں روگ اور افکار میں مضمر

امراض اس کی سریع الاثر تاثیر سے بالکلیہ زائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (یونس:۵۷)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت آ چکی ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝﴾ (الاسراء:۸۲)

''اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝﴾ (فُصّلت:۴۴)

''کہہ دو کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے یہ ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے اُن کے لئے کانوں میں گرانی (یعنی بہرا پن) ہے اور یہ اُن کے حق میں اندھے پن کا موجب ہے گویا کہ انہیں دُور جگہ سے آواز دی جاتی ہے''۔

قرآن پاک کے لاتعداد فضائل و مناقب کے باوجود یہ ایک افسوس ناک اور غم انگیز حقیقت ہے کہ اس پاک کتاب کے احکام و فرامین سے ہر دَور میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر روگردانی کی روش اختیار کی گئی اور اس کے حقوق و فرائض کی ادائیگی سے اجتناب برتا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اہل ایمان کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝﴾ (فاطر:۲۹)

''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس

تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی''۔

اور فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۲۱)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں' اور جو اسے نہیں مانتے وہ خسارا پانے والے ہیں''۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ سوائے چند افراد کے اکثریت اسے محض ایک خیر و برکت والی کتاب ہی سمجھتی ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا تو درکنار' مجرد تلاوت کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ قرآن پاک کے ساتھ ہمارے قابل افسوس طرزِ عمل کی ایک ہلکی سی جھلک مولانا ماہر القادریؒ کے ان اشعار سے مترشح ہے۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں' آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں' دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے' اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے' خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں' اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے' ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں' آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے' سچائی سے بڑھ کر دھوکہ ہے
اِک بار ہنسایا جاتا ہوں' سو بار رلایا جاتا ہوں

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے' قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں' ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں' کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں' مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں!

ہم کہتے ہیں کہ قرآن حکیم کے حقوق کے ذیل میں بحیثیت مجموعی ہم پر تین امور کی بجا آوری لازم ہے' جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱) تلاوتِ قرآن
۲) فہم قرآن
۳) قرآن پر عمل

یہ تینوں حقوقِ قرآن اس وقت مختلف تناسب سے اُمت مسلمہ میں رائج ہیں۔ اگرچہ ان تینوں کی اہمیت وافادیت یکساں حیثیت کی حامل ہے اور ان سب کی ادائیگی کا ایک ہی معیار سے اہتمام کرنا چاہئے' لیکن اس میں بھی ہم افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ کچھ لوگ اگر تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرتے ہیں تو باقی دونوں پہلوؤں یعنی ''فہم قرآن'' اور ''قرآن پر عمل'' سے یکسر بے پروا ہیں اور چند افراد اگر فہم قرآن پر توجہ مرکوز کرتے ہیں تو صرف اس تک ہی محدود ہیں' قرآن پر عمل اور اس کے احکام کی بجا آوری کی انہیں کوئی فکر نہیں۔ ان سب کے برعکس جو لوگ مطلق طور پر قرآن حکیم پر عمل کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اس سلسلے میں صبح وشام اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں وہ اپنے فعل میں منفرد اور ریاضت میں یکتا ہیں۔ بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن پاک کا اصل حق اس پر عمل کرنا ہی ہے''تلاوتِ قرآن'' اور ''فہم قرآن'' اسی کے ذیل میں آ جاتے ہیں' کیونکہ جو بندگانِ خدا قرآن پاک کے احکام بجا لانے والے اور اس کی ہدایات پر سرِ تسلیم خم کر دینے والے ہوں گے وہ لامحالہ اس کی تلاوت سے بھی فیض یاب ہوتے ہوں گے اور اس کے فہم سے بھی اپنے دامن علم کو سیراب کرتے ہوں گے۔ پس ہر طرح کی حمد وثنائے سرمدی اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔

قرآن حکیم سے متعلقہ ان امور کا بیان مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے واضح ہے۔

۱) تلاوتِ قرآن

قرآن حکیم کی تلاوت مسلمہ اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ (فاطر:۲۹)

''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی''۔

ہادیٔ برحق حضرت محمد ﷺ کی حدیث پاک میں تلاوتِ قرآن کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ: ((اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطْعِ رَحِمٍ)) فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ۔ قَالَ :((اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ اَوْ يَقْرَاُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ نَّاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَّاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ)) (صحيح مسلم)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم مقام صفہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ہم سے فرمایا: ''تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ روزانہ بطحان (ایک وادی)' یا عقیق (ایک جگہ کا نام جو مدینہ منورہ سے دو یا تین میل کے فاصلے پر تھی۔) کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور انقطاع صلہ رحمی کے لائے؟'' ہم نے کہا کہ یارسول اللہ! ہم سب پسند کرتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص مسجد جاتا ہے اور وہاں اللہ کی کتاب کی دو آیات کسی کو سکھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیتیں اس کے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں اس کے لئے چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ (حاصل یہ کہ) اونٹنیوں کی

تعداد آیات کی تعداد سے (ہر صورت میں) کم تر ہے"۔

اہل ایمان پر جب کتاب عزیز کی آیاتِ بینات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس وقت ان کی قلبی کیفیت اور ایمانی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (الانفال:۲)

"اہل ایمان تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔

اور فرمایا:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ (الزمر:۲۳)

"اللہ تعالیٰ نے نہایت اچھی کتاب نازل فرمائی ہے (جس کی آیات باہم) ملتی جلتی اور دہرائی جانے والی ہیں۔ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں (اس پاک کتاب کی آیات کی تلاوت سے) ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہی گمراہ کر دے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں"۔

حسن بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے استفسار کیا کہ قراءتِ قرآن کے وقت صحابہ کرام ﷺ کی کیا حالت ہوتی تھی؟ آپؓ نے فرمایا: "وہ ایسے تھے جیسے ان کی مدح اللہ تعالیٰ نے کی ہے، یعنی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا"۔ (تحفۃ الواعظین لابن الجوزی، ص۱۲۴، اردو)

قرآن پاک کے ادب کا تقاضا ہے کہ اس کی تلاوت کو روزمرہ کے معمولات میں شامل کیا جائے اور حتی الامکان اس سلسلے میں تساہل اور لاپرواہی برتنے سے اجتناب

کیا جائے۔قرآن حکیم کی تلاوت پڑھنے والے کے دل میں عمل کا جذبہ پیدا کرتی اور نیکی کو مہمیز دیتی ہے۔جو لوگ تلاوتِ قرآن کا استقلال و ثابت قدمی سے التزام و اہتمام کرتے ہیں وہ عملی اعتبار سے اگرچہ سست روہی کیوں نہ ہوں' پھر بھی اس شخص سے بدرجہا بہتر ہوتے ہیں جس نے کبھی قرآن حکیم کو کھولا بھی نہ ہو۔

ہر شخص روزمرہ تلاوتِ قرآن کا نصاب اپنی سہولت اور وقت کی کیفیت کو مدنظر رکھ کر ترتیب دے سکتا ہے' تاہم حفاظِ کرام کے لئے مناسب ہے کہ وہ روزانہ کم از کم دو پاروں کی دہرائی کا اہتمام کریں' تاکہ اللہ کی توفیق اور مہربانی سے نسیان کا امکان باقی نہ رہے۔جیسا کہ علامہ وحید الزماں نے ''موطا امام مالکؒ '' کے ترجمہ (ص ۱۷۲) میں بیان کیا ہے۔

۲) فہمِ قرآن

قرآنِ حکیم جن و انس کے نام خالق کائنات کا لازوال پیغام ہے۔یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زیست کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔قرآنی احکام و تعلیمات کا اعجاز ہے کہ ان میں انفرادی اور اجتماعی امور و معاملات پر یکساں انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور کسی بھی معاملے کو اپنی اصل کے اعتبار سے تشنۂ بحث اور نامکمل نہیں چھوڑا گیا۔ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں درآنے والی لاتعداد اخلاقی و شرعی برائیوں کا اصل سبب قرآن حکیم کی دعوت سے ناآشنائی اور اس کے فرامین سے بےخبری ہے۔معاشرے کے اخلاقی مفاسد پر بحث کی جائے یا معیشت میں واردشدہ برائیوں پر توجہ مرکوز کی جائے' عالم اسلام کی استبداد و استعمار کے سائے تلے پروان چڑھنے والی عمومی ذہنیت پر روشنی ڈالی جائے یا دین و سیاست کے مابین فرق روا رکھنے والے ''اربابِ عقل و خرد'' کے اندازِ فکر اور اسلوبِ تدبر کو پرکھا جائے' غرضیکہ جس جگہ بھی علمی و عملی لغزش کے آثار ملیں گے اسی جگہ ''فہم قرآن'' کی عدم موجودگی بھی دریافت ہوگی۔خود قرآن نے بھی تطہیر باطن اور اصلاحِ ظاہر کے لئے تدبر قرآن ہی پر ان الفاظ میں زور دیا ہے:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲٤)
''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟''

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ (القمر: ۱۷)
''تحقیق ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے' پس کوئی ہے جو (اس میں) تدبر کرے؟''

الاخوان المسلمون کے ممتاز رہنما سید قطب شہیدؒ اپنی تصنیف ''معالم فی الطریق'' میں رقم طراز ہیں:

''یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ جب ہم ان مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اسلام کے چشمۂ صافی (قرآن حکیم) کی طرف رجوع کریں تو ''علم برائے عمل'' کے احساس و جذبہ کے ساتھ اسے پڑھیں نہ کہ لطف اندوزی' تسکین ذوق اور بحث و تحقیق کے شوق کی بنا پر۔ ہم یہ معلوم کرنے کے لئے اس کی طرف رجوع کریں کہ وہ ہم سے کیسا انسان بننے کا مطالبہ کرتا ہے' تاکہ ویسا انسان ہم بن کر دکھائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مقصد حقیقی کے حصول کے دوران ہم پر قرآن کا فنی کمال اور ادبی حسن بھی آشکارا ہو جائے گا' اس کے حیرت انگیز قصے بھی ہمارا دامن دل پکڑیں گے' مناظر قیامت بھی آنکھوں کے سامنے جھلکیں گے' اور اس کی وجدانی منطق بھی ہمیں حاصل ہو گی۔ الغرض وہ سب لذتیں ضمناً ہمیں حاصل ہوں گی جن کی تلاش جویانِ علم کو ہوتی ہے اور جن کی طلب میں اربابِ ذوق سرگرداں رہتے ہیں۔ بے شک ان سب فوائد و لذائذ سے ہم ہمکنار ہوں گے لیکن یہ چیزیں ہمارے مطالعہ کا اصل مقصد نہ ہوں گی۔ ہمارا اصل مقصد صرف یہ معلوم کرنا ہو گا کہ قرآن ہم سے کس طرح کی عملی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے؟'' (اردو ترجمہ' جادہ و منزل' ص ۹۲' ۹۳)

مناسب یہ ہے کہ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ احادیث مبارکہ کی روشنی میں قرآن حکیم پڑھنے کا اہتمام کیا جائے اور اس کی آیات پر تفکر و تدبر کیا جائے۔ بعض اہل فکر و نظر کے نزدیک قرآن پاک کے پیغام کو سمجھنا اس کی تلاوت سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے جسے امام مالکؒ نے بیان کیا ہے:

عَنْ مَالِكٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَكَثَ عَلٰى سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ يَتَعَلَّمُهَا

''امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورۃ البقرۃ (کے احکام و فضائل اور اوامر و نواہی) کو آٹھ سال تک سیکھتے رہے''۔ (موطا امام مالکؒ 'کتاب القرآن' باب ما جاء فی القرآن)

اس کے علاوہ خطیب بغدادیؒ کی روایت کے مطابق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارہ سال تک سورۃ البقرۃ سیکھتے رہے اور انہوں نے جب اسے ختم کیا تو ایک اونٹ کی قربانی دی۔ (دیکھئے: اوجز المسالک الیٰ موطا مالک' جلد۴' ص ۱۳۶۔ اور الجامع لاحکام القرآن للقرطبیؒ جلد۱' ص۳۰)

۳) قرآن پر عمل

اسلام ایک عملی زندگی کا نام ہے جس کے احکام وقوانین کی بنیاد مضبوط اساسات پر قائم ہے۔ یہ کسی تصوراتی دنیا یا غیر حقیقی اسلوبِ حیات کا نام نہیں کہ جس میں دخول ہی فقط مقصود ہو اور پھر انسان ہر طرح کی اخلاقی و شرعی حدود و قیود سے بالکلیہ آزاد ہو جائے' بلکہ اسلامی شریعت میں اُخروی نجات و درجات کے حصول کے لئے اوامر و نواہی کا بجا لانا بھی اسی طرح لازمی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے مابین گہرے ربط کو انتہائی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اُخروی فوز و فلاح کو اِن دونوں ہی کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جس مقام پر بھی اہل ایمان کے لئے انعام و اکرام یا نجات و درجات کا تذکرہ ہے تو اس کے ذیل میں تقریباً ہر جگہ پر ''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' (یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے) بھی ''ایمان اور اعمالِ صالحہ'' کے متصل ذکر کے

ساتھ مندرج ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ (البقرة:۲۵)

''اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کوخوشخبری سنادیں کہ ان کے لئے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرة:٦٢)

''جولوگ ایمان لائے اور جو یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست ہیں (ان میں سے) جو بھی اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھے گا اور نیک اعمال کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ اپنے پروردگار کے پاس ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

اور فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرة:۸۲)

''جولوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال سرانجام دیں وہ جنت کے مالک ہوں گے اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ (یونس:۹)

''جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ان کا ربّ ان کے اعمال کی بدولت (ایسے محلوں) کی راہ دکھائے گا جن کے نیچے نعمت کے باغات میں نہریں بہہ رہی ہوں گی''۔

اور فرمایا:

﴿وَالْعَصْرِ ۞ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۞ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۞﴾ (العصر)

''زمانے کی قسم! انسان خسارے میں ہے' مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے''۔

سطورِ بالا میں مندرج آیات ''ایمان اور اعمالِ صالحہ'' کے مابین باہمی ربط کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔ قرآن حکیم میں اس مفہوم کی مؤید بے شمار آیات موجود ہیں جن کا مکمل احاطہ اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی کئی احادیث مبارکہ بھی شہادتین کے ساتھ اعمالِ صالحہ اور قرآن پاک پر عمل کرنے کی اہمیت کو بیان کرتی ہیں:

- عَنْ عُثْمَانَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاُبَیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقْرِئُھُمُ الْعَشْرَ فَلَایُجَاوِزُوْنَھَا اِلٰی عَشْرٍ اُخْرٰی حَتّٰی یَتَعَلَّمُوْا مَا فِیْھَا مِنَ الْعَمَلِ' فَیُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ وَالْعَمَلَ جَمِیْعًا۔

''حضرت عثمان بن عفان' عبد اللہ بن مسعود اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ انہیں دس (آیات) پڑھایا کرتے' اس کے بعد وہ اگلی دس (آیات) کی جانب اس وقت تک متوجہ نہیں ہوتے تھے جب تک وہ پڑھی گئی آیات (کے احکام و مسائل اور اوامر و نواہی) پر عمل کرنا سیکھ نہیں لیتے تھے' پس آپؐ ہمیں قرآن اور (اس پر) عمل دونوں اکٹھے سکھایا کرتے تھے''۔ (الجامع لاحکام القرآن' ج ۱' ص ۳۰)

کتب احادیث میں نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

((مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْہِ اُلْبِسَ وَالِدَاہُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ' ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا ' لَوْ کَانَتْ فِیْکُمْ' فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِھٰذَا))

''جو شخص قرآن پڑھے اور (پھر) اس پر عمل کرے تو قیامت کے روز اُس کے والدین کو ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ جس کی روشنی نورِ آفتاب سے بھی بڑھ کر ہوگی' اور اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں ہی میں اتر آئے' پس (جس عامل

قرآن کے والدین کا اس قدر اکرام ہو گا تو خود) اس کے مقام و مرتبہ کے متعلق تمہارا کیا اندازہ ہے؟'' (ابوداؤد' مسند احمد۔ اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔ دیکھئے: مرعاۃ المفاتیح' جلد ۷' ص ۲۱۶)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص عمل اس لئے نہیں کرتا کہ علم ہی نہیں رکھتا اس کے لئے ایک ہلاکت ہے' لیکن جو علم رکھنے کے باوجود عمل نہیں کرتا اس کے لئے سات ہلاکتیں ہیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ' ص ۱۳۶)

سوال یہ ہے کہ کیا نیک اعمال ایمان کے وجود کے لئے ضروری ہیں یا یہ اس کی تکمیل کے لئے لازمی ہیں؟ اگر اعمالِ صالحہ ایمان کے وجود کے لئے لازمی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال نہیں کرتا وہ شہادتین کے اقرار کے باوجود مؤمن نہیں اور اگر اعمالِ صالحہ ایمان کے وجود کے لئے نہیں بلکہ اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص شہادتین کا اقرار تو کرے لیکن عبادات کی ادائیگی نہ کرے اس کا شمار تو اہل ایمان ہی میں ہو گا مگر اس کا ایمان ناقص اور نامکمل ہو گا۔ تاہم اس بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک کے نزدیک اعمالِ صالحہ ایمان کے وجود کے لئے لازمی ہیں جبکہ دوسرے کے نزدیک یہ ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حقیقت ایمان' از ڈاکٹر اسرار احمد۔ نیز دیکھئے: فتاویٰ صراطِ مستقیم از مولانا محمود احمد میرپوری' ص ۴۱)

ہمارے نزدیک دوسرا قول ہی راجح ہے اور جس قدر ہم علم رکھتے ہیں اس کے مطابق جمہور علمائے اُمت کا بھی یہی موقف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ تاہم اس بحث سے عمل کی اہمیت و قدر میں (معاذ اللہ) کمی کرنا مقصود نہیں بلکہ اس حقیقت کا بیان کرنا مطلوب ہے کہ اسلام کی نظر میں اعمالِ صالحہ کوئی اضافی یا فاضل شے نہیں بلکہ لازمی امر ہیں' جن کا بقدرِ قدرت التزام ہر کلمہ گو کے لئے ضروری ہے۔ جو لوگ توحید و رسالت کی گواہی ہی کو باعث نجات اور اپنے اسلاف کے اعمال ہی کو ذریعۂ درجات تصور کرتے ہیں ان کے لئے اس فرمان میں سبق آموز عبرت پنہاں ہے جو نبی اکرم ﷺ نے اپنی

دخترِ عزیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((یَافَاطِمَۃُ! اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ ' فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّھَا بِبَلَالِھَا))

''اے فاطمہ! اپنی جان کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ' کیونکہ میں اللہ کے ہاں تمہارے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا' البتہ تم جو مجھ سے ناطہ رکھتے ہو اسے میں جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمہارے ساتھ حسن مروت اور احسان قرابت کے ساتھ پیش آتا رہوں گا)''۔ (صحیح مسلم مع شرح نووی' جلد ۲' ص ۱۰۸۱)

اعمالِ صالحہ کے بارے میں بحیثیت مجموعی ہم سب کا طرزِ حیات اور اسلوبِ زیست انتہائی افسوس ناک اور غم انگیز ہے۔ آج اہل اسلام کی اکثریت کلمہ گو ہونے کے باوجود اسلامی احکام و تعلیمات سے بے پرواہے۔ مسئلہ عمل کے فقدان کا ہے تو ضمیر کا بحران اس کی شدت میں مزید اضافے کا موجب بن جاتا ہے۔ ہماری مراد اس حقیقت سے ہے کہ ملت اسلامیہ کی اکثریت اس احساس ہی سے عاری اور اس فکر ہی سے ناآشنا ہے کہ قرآن پاک کا مقصدِ نزول اسے طاقوں کی زینت بنانا نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کے سانچے میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جملہ امور و معاملات کو ڈھالنا ہے۔ اگر قرآن حکیم کا ادب ہی مقصود ہے تو اس کے اظہار کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے حقوق کی بطریق احسن ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔ اس مقدس کتاب کو بوسہ دے کر پیشانی سے لگانا' معطر جزدان میں لپیٹ کر الماری میں سجانا اور پھر روزمرہ کے جملہ امور میں اسی پاک کلام کے احکام کی نافرمانی کرنا اس کا ادب نہیں بلکہ بدترین (اللہ کی پناہ) تذلیل و تحقیر ہے۔ جس پاکیزہ کتاب اور مطہر صحیفے کو آنکھوں میں سمایا اور دل میں بسایا جائے' دعویٰ تو اس کی محبت کا کیا جائے جبکہ اطاعت و فرمانبرداری اللہ کے دشمن ابلیس لعین کی ہو' یہ کتاب عزیز کے ادب کا کون سا قرینہ ہے؟؟

اعمالِ صالحہ کے بیان میں اس حقیقت کی توضیح بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ کے احکام دو حصوں میں منقسم ہیں:

۱) عبادات ۲) معاملات

عبادات میں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ شامل ہیں' جبکہ معاملات کی قسم معاشرتی وتجارتی اور خانگی وسیاسی امور کی تعلیمات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کا فکری المیہ یہ ہے کہ اس میں رائج عمومی رجحان کے تحت صرف نماز' روزہ ہی کو مکمل دین تصور کیا جاتا ہے اور کامل مسلمان اسے ہی سمجھا جاتا ہے جو پانچ وقت کا نمازی ہو' اگرچہ اس کی تجارت سودی لین دین پر مبنی ہو' ہمسائے اس کی حرکات سے نالاں ہوں اور گناہ اس کی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہوں۔

واضح ہو کہ جس دین اسلام کی نیر وتاباں اور درخشاں وتابندہ تعلیمات کو سرور کائنات حضرت محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے اس میں نماز اور روزہ وغیرہ کے احکام بھی ہیں اور تجارت ومعیشت کے ضوابط بھی' معاشرتی اچھائیوں مثلاً سچ بولنے' کسی کو دھوکا نہ دینے' ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے' والدین کے ساتھ بھلائی برتنے کے دروس بھی ہیں اور سیاست کے مسائل بھی۔ اسلام مجرد نماز پڑھنے کا نام ہے نہ روزہ رکھنے کا' یہ تو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جسے مکمل طور پر اپنانے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا استطاعت کے مطابق جس قدر بھی ممکن ہو' پورے اسلام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝﴾ (البقرۃ:۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔